وحدت ادیان اور شریعت کی مخالفت

حافظ محمد شارقؔ

www.truewayofislam.blogspot.com

فہرست

مقدمہ

الحمد للہ ربّ العلمین والصلاۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین سیدنا وحبیبنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیر خلق اللہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین؛

مغلیہ دور کے آخر میں ہندوستان میں کئی باطل فرقے وجود میں آئے، جن میں سے کئی فتنے اُس دور میں پیدا ہوئے اور فنا ہو گئے، بعض اب تک باقی ہیں لیکن ان میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ مغل بادشاہ اکبر کا "دین الٰہی" تھا۔ مغل بادشاہ اکبر (r. 1556-1605CE) نے اپنے دور میں، ایک نئے مذہب کی شروعات کی، جس کا نام "دین الٰہی" رکھا۔ اس مذہب کا منشاء یہ تھا کہ تمام مذاہب برحق ہیں کسی ایک کی بھی پیروی کرنے سے نجات ممکن ہے۔ اس کے علاوہ اس دور میں ہندوستان میں اہل تصوف کا اثر رسوخ بھی بڑھتا جارہا تھا، لیکن نیک دل پابند شریعت صوفیاء کی آڑ میں گمراہ فرقے بھی صوفیوں کا لباس پہن کر معاشرے میں آئے اور اپنے باطل افکار کی تبلیغ کی۔ اُس وقت مغل بادشاہ اکبر کے "دین الٰہی " کے ابطال اور بعض گمراہ صوفیاء کے باطل عقائد کی تردید کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی سے کام لیا، حضرت رحمہ اللہ علیہ نے دونوں گروہوں کا خوب علمی تعاقب کیا اور بالاخر یہ فتنے کافی حد تک ختم ہو گئے۔

لیکن آج پھر تصوف اور روحانیت کے نام پر لوگوں بالخصوص نوجوانوں کو گمراہ کرنے کا سلسلہ شر پسندوں کی جانب سے زور وشور سے جاری ہے۔ دشمنانِ اسلام کی پشت پناہی میں چلنے والی ایک خاص خفیہ تنظیم کی طرف سے اِس وقت تصوف کے نام پر دو رجحانات عام پھیلائے جارہے ہیں۔ اوّل وہی "دین الٰہی" جو اکبر نے پیش کیا۔ موجودہ دور میں یہ نظریہ "وحدتِ ادیان" کے نام سے موسوم ہے۔ دوم "استثنائے شریعت"۔ دونوں کی ہی بنیاد تصوف (طریقت) قرار دی جارہی ہے۔ یہ لوگ نہ صرف "دین الٰہی" بلکہ اولیاءاللہ کے متعلق شریعت سے آزاد ہونے کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں اور علانیہ طور پر شریعت کی مخالفت کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ ہم اس کتاب تصوف کے جواز یا عدم جواز کے متعلق بحث نہیں کر رہے، اگرچہ ان صوفی گروہ کے ہاں کئی غیر شرعی اعمال اور بھی رائج ہیں، لیکن فی الوقت ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہے، ہم اس کتابچے میں ان کے صرف انھی دو باطل افکار کا جائزہ لیں گے۔ اس کتاب میں اکبر کے پیش کردہ "دین الٰہی" کو اپنی اس کتاب میں "دین اکبری" کے نام سے موسوم کیا ہے، حالانکہ عام طور پر اب اسے وحدت ادیان کہا جاتا ہے لیکن گمراہ صوفیاء کے ہاں اب بھی یہ نظریہ "دینِ الٰہی" ہی کہلاتا ہے۔ ان دونوں نظریے کے حامل لوگ خود بھی گمراہ ہیں اور روحانیت سے متعلق مخلص لوگوں کو بھی اسی گمراہی میں مبتلاء کر رہے ہیں۔ اس کتابچے میں میرے مخاطب دراصل یہی مخلص لوگ ہیں، اور مجھے انہی سے امید ہے کہ وہ حق کو سامنے پاکر باطل کو رد کر دیں گے۔

26 ستمبر 2011ء / پیر 27 شوال المکرم۔1432ھ

بوقت: آٹھ بج کر 10 منٹ۔ شب

دینِ الٰہی / وحدت ادیان

"دین الٰہی (دین اکبری)" یا وحدت ادیان وہ بدترین عقیدہ ہے جس کی رُو سے یہودیت، نصرانیت اور اسلام کسی بھی مذہب پر عمل کر کے انسان کامیاب ہو سکتا ہے اور اس کی نجات ممکن ہے۔ اس عقیدے کے مطابق رسالتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لانا ضروری نہیں ہے بلکہ جو بھی جس دین کو مانتا ہے اور اس کے مطابق ایمان رکھتا ہے اور اچھے عمل کرتا ہے، اس کی نجات ہو جائے گی۔ دورِ جدید میں اکثر اس عقیدے کو "وحدت ادیان" بھی کہا جاتا ہے جو ہندوؤں کے ہاں بھی رائج ہے۔ یہ فلسفہ سخت گمراہ کن ہے، جس میں نہ صرف غیر مسلم بلکہ کئی اہل علم مسلمان "اسکالرز" بھی مبتلاء ہوتے جا رہے ہیں۔

اس تحریر میں ہم دین اکبری یعنی وحدتِ ادیان کے قائلین کے دلائل کا جائزہ لیں گے۔

قائلین کے دلائل

پہلی دلیل

بنیادی طور پر قرآن و حدیث سے اس کی تائید کے لیے دو دلائل پیش کیے جاتے ہیں:

1۔ دین اکبری کے استدلال کے لیے اکثر اس آیت سے استدلال پیش جاتا ہے:

بے شک جو لوگ مسلمان ہوں، یہودی ہوں، نصاری ہوں یا صابی ہوں، جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے ان کے اجر ان کے رب کے پاس ہیں اور ان پر نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ اداسی۔ (سورۃ البقرۃ۔ آیت 62)

اس آیت کے حوالے سے یہ کہا جاتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ خود اعلان فرماتے ہیں کہ کوئی شخص چاہے کسی بھی رنگ و نسل اور مذہب سے تعلق رکھتا ہو اگر وہ اللہ (یعنی کسی بھی نام سے خدا) اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو قیامت میں اسے اس کا اجر دیا جائے گا اور وہ کامیاب ہو گا۔

دلیل کا جواب

اگر مذکورہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی شریعت پر عمل کیا جائے نجات ہو گی تو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ فی الواقع یہود و نصاریٰ اور صائبین اپنے دین و شریعت پر حقیقتاً صحیح طرح عمل کریں تو اسلام اور رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی پہنچے گے۔ کیونکہ تمام انبیاء کرام علیہم

السلام کی کتابوں اور شرائع میں یہ بات لازم تھی کہ ایک آنے والے پیغمبر پر ایمان لایا جائے۔ گذشتہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی جس کا ذکر قرآن کی مشہور آیت میثاق النبّیین میں ہے، یعنی گذشتہ امتوں کے لیے چاہے وہ ہندو ہو، یہودی ہو، عیسائی ہو، سب کے لیے اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ان کی اپنی شریعت کے مطابق ضروری تھا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ اب اس حقیقت کے بعد آخر یہ بات کیسے تسلیم کرلی جائے کہ آپ صلی علیہ وسلم کو نبی مانے بغیر انسان کامیاب ہو جائے؟

دوسری بات اس آیت مبارکہ کا شان نزول ہے۔ تمام اہم اہل تشیع اور اہل سنت مفسرین بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں جن یہود و نصاریٰ کا ذکر ہے ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعیثت سے پہلے گزرے اور دین کے متعلق مخلص تھے۔ یعنی آیت کا مقصود دراصل وہ لوگ ہیں جن تک رسالت محمدی کسی وجہ سے نہ پہنچ سکی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اس کی ایک مثال زید بن عمر بن نفیل ہیں۔ اسی طرح ظہور مسیح علیہ السلام سے پہلے کے صالح لوگ بھی اس میں شامل ہیں۔ قرآن کی یہ آیت دراصل اس صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے اس سوال کا جواب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جو لوگ صحیح تھے، کتاب الٰہی کے پیروکار تھے اور اپنے پیغمبر کی ہدایات کے مطابق زندگی گزارنے والے تھے، ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ معاملہ فرمایا۔ (دیکھیں تفسیر نمونہ، تفسیر در منثور و دیگر) چنانچہ احادیث کی کتاب اور تمام اہم تفاسیر میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ منقول ہے میں نے نبی (صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم) سے ان اہلِ دین کے بارے میں پوچھا جو میرے ساتھی تھے، عبادت گزار اور نمازی تھے (یعنی رسالت محمدیہ سے قبل وہ اپنے دین کے پابند تھے) تو اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یہاں یہ بات درست ہے کہ قرآن مجید نے اس آیت یہ واضح کیا ہے کہ انسانی نجات کا معاملہ کسی خاص مذہب یا رنگ و نسل نہیں بلکہ ایمان و اخلاق کی بنیاد پر ہے۔ لیکن اس آیت کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ کوئی شخص اسلام کو ٹھکرا کر بھی جنت میں جاسکتا ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ روزِ محشر نجات کا معاملہ جن دو بنیادی اصولوں پر ہو گا وہ اللہ پر ایمان اور قیامت کے دن یعنی احساس جوابدہی پر ہو گا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی حقانیت جان لینے کے باوجود انکار کرتا ہے تو وہ ان بنیادی اصولوں کی خلاف ورزی کی بنیاد پر نجات کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ البتہ ایسے لوگ جن تک اسلام کی دعوت نہیں پہنچی یا اپنی اصل صورت میں نہیں پہنچی وہ اپنے اعمال اور ایمان کیفیت کی بنیاد پر نجات کے مستحق ہوں گے۔

ممکن ہے یہ جواب اس طرح سے رد کر دیا جائے کہ مفسرین نے جو کچھ فرمایا ہے اس کی اپنی اہمیت ہے مگر مفسرین اجتہادی ہوتے ہیں اور اجتہاد میں اپنی اپنی سمجھ اور اپنی ذہنی استطاعت کے مطابق بات کرتے ہیں۔ جب کہ دوسری طرف اولیائے کرام رحمہ اللہ کے کشف و الہام پر مبنی اقوال موجود ہیں۔ اجتہاد میں غلطی کا امکان ہے، جب کہ الہام میں غلطی کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ اس بات کے جواب میں پہلی بات یہ ہے کہ

صحابہ کرام کی تفسیر حجت ہوتی ہے، اگر آپ اس اصول کو نہ بھی مانیں تو بھی ہم شریعت کے معاملے میں کسی کے الہام پر یقین نہیں کر سکتے سوائے پیغمبر کے۔ اگر ہم الہام پر یقین رکھنے لگ جائیں تو کل کوئی بھی بد بخت کھڑا ہو گا اور اپنی من مانے عقائد بیان کرے گا جس کی دلیل اس کے الہام ہوں گے۔ گذشتہ دور میں اس کی واضح مثال غلام مرزا قادیانی تھا۔

قرآن سے جواب

دوسری بات یہ کہ ہمیں قرآن کو قرآن کی روشنی میں سمجھنا ضروری ہے کیونکہ قرآن کریم تعارض وتضاد سے پاک ہے، انسان کی تصنیف کردہ کسی بھی کتاب میں تعارض وتضاد ہو سکتا ہے لیکن "قرآن "کلام رحمن میں کوئی تناقض نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن کریم کی کوئی آیت کسی آیت کی معارض نہیں بلکہ ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک قول نہج البلاغہ میں اس طرح سے ہے کہ:

یہ کتاب خدا ہے جو تمھیں حق کا بینا، گویا اور شنوا بناتی ہے، اس کا بعض حصہ بعض دوسرے حصوں کی تفسیر و توضیح کرتا ہے اور ایک دوسرے کی گواہی دیتا ہے۔

خود قرآن مجید میں ہے کہ اگر کسی بات کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہو جائے تو اسے قرآن اور احادیث کی روشنی میں سمجھنا چاہیے:

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں صاحب حکم ہیں۔ اور اگر تم کسی معاملہ میں اختلاف کرو تو ایسے معاملے اللہ اور رسول کی طرف لَوٹا دیا کرو اگر تم اللہ پر اور یومِ آخر پر ایمان لانے والے ہو۔ یہ بہت بہتر (طریق) ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔ (سورۃ النساء۔ آیت 60)

اگر کسی آیت کی تشریح خود قرآن کر دے تو کیا پھر ہم اس کی تفسیر اس کے خلاف از خود کر سکتے ہیں؟ ہر گز نہیں۔ جس قرآن سے "دین اکبری" کے لیے دلائل پیش کیے جاتے ہیں اسی قرآن میں ہے کہ:

جو اسلام کے سوا کوئی دین اپنائے گا تو وہ قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔ (سورۃ ال عمران۔ آیت 185)

اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے۔ (سورۃ ال عمران۔19)

میں نے تمہارے لیے اسلام بطور دین پسند کیا۔ (سورۃ المائدہ۔ آیت3)

کہہ دو اے اہل کتاب تم کسی راہ پر نہیں ہو جب تک تم تورات اور انجیل اور جو چیز تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے قائم نہ کرو۔ (سورۃ المائدہ۔ آیت 86)

قائم کرنے سے مراد یہی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی منقول ہے۔

ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلے کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان (سب) پر شامل ہے تو جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کے مطابق

ان کا فیصلہ کرنا اور حق جو تمہارے پاس آچکا ہے اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔(سورۃ المائدہ۔ آیت 48)

قرآن کسی عام انسان کے الہام و کشف اور قیاس سے کہیں بڑھ کر خدا کا کلام ہے۔ اللہ عالم الغیب ہے، وہ یقینا جانتا ہی تھا کہ اس وقت بعض لوگ اس کی آیت کو اپنی من مانے تاویل کا شکار بنائیں گے، اسی لیے اس نے اپنے کلام میں خود ہی جواب دے دیا:

اور لوگوں میں سے بعض وہ (بھی) ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان لائے حالانکہ وہ (ہرگز) مومن نہیں ہیں۔(سورۃ البقرۃ۔ آیت 8)

حیرت ہے کہ قرآن میں اللہ ہر مقام پر انہیں دوزخ میں ڈالنے کی بات کر رہے ہیں اور ہم "دین اکبری" یا وحدت ادیان کو مان کر انتہائی فراخ دلی سے انہیں نجات دے دیں، اللہ انہیں خسارہ اٹھانے والا کہیں اور "دین اکبری" انہیں نجات یافتہ قرار دے۔ جنت و دوزخ اور نجات کے متعلق فیصلہ قرآن مجید میں خوب واضح کر کے بیان کر دیا گیا ہے، خدا تعالیٰ نے کسی کو بھی یہ اٹھارٹی نہیں دی کہ وہ مخلوق کو شریعت کی پیروی کے بغیر نجات کا یقین دلا دے۔

ذرا سوچیں کہ کیا ہماری عقل کے غلط غور و فکر سے بہتر یہ نہیں ہے کہ ہم اسی تفسیر کو تسلیم کریں جو خود قرآن نے کی ہے؟ اگر ہم اس آیت کی تشریح اس طرح سے لیں گے جیسا کہ دین اکبری کا اصرار ہے تو پھر ہمارے مذہب کا وجود ہی بیکار ٹھہرتا ہے، قرآن میں تضاد ہو جائے گا، اور جب ایک آیت کا شان نزول اور اس کی تفسیر صحابہ کرام و اہل بیت رضی اللہ عنہم سے منقول ہو تو پھر ہم اس کی مخالفت کی جرات کیسے کریں وہ بھی اس طرح سے کہ ہم اسلام کے علاوہ باقی مذاہب کو قابل قبول تسلیم کر لیں۔ اگر ہم کسی آیت کی تشریح قرآن کے خلاف کرتے ہوئے تمام مذاہب کے ماننے والوں کو نجات یافتہ قرار دے دیں تو اسلام کے لبادے میں موجود کئی غیر مسلم مثلاً مرزا قادیانی کے پیروکار، بہائی، اور ذکری [جو نماز کا انکار کرتے ہیں] بھی ایمان والے قرار پائیں گے۔

دوسری دلیل

دوسری دلیل میں جو حدیث بیان کی گئی ہے وہ کسی ہمیں حدیث کی کسی بھی مستند کتاب میں نہ مل سکی، البتہ یہ حدیث ضرور ملی۔

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ تبارک و تعالی تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔[صحیح مسلم وابن ماجہ]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ایک غیر صحیح حدیث پر ہم کیسے یقین کر سکتے ہیں جب کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح اعلان ہو کہ اللہ اعمال کو دیکھتا ہے۔

حدیث سے جواب

"دین اکبری" میں شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنا ضروری نہیں، نجات کا دارو مدار صرف اللہ اور آخرت پر ایمان ہے۔ لیکن ذرا دیکھیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا کہتے ہیں:

اگر اس امت کا کوئی بھی یہودی یا عیسائی جو میری رسالت کے بارے میں سن چکا ہو اور پھر بھی میری شریعت پر ایمان نہ لایا تو مر کر جہنم میں جائے گا۔ (صحیح مسلم)

خدا کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں جنت کی وعید سنا رہے ہیں اور دین اکبری کے ماننے والے انہیں زبردستی نجات دے رہے ہیں۔ کیا یہ خدا کے خلاف جنگ نہیں؟

ایک اہم نکتہ

ویسے تو دین اکبری کے لیے صرف انہی دو دلائل کو پیش کیا جاتا ہے جس کا ذکر ہم نے ابھی کر لیا، تاہم بعض دفعہ یہ لوگ کسی بزرگ کا قول مع حوالہ بھی پیش کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ بات ذہن نشین رکھنی ضروری ہے کہ جو چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کے خلاف ہے وہ چاہے جس نے بھی کہی ہو، کوئی بھی بزرگ ہو، وہ بات باطل ہی ہو گی۔ اور پھر یہ بھی ایک اہم حقیقت ہے کہ صوفیائے کرام کی کتابوں کی استنادی حیثیت کیا ہوتی ہے یہ ہر ایک محقق جانتا ہے۔ کئی جھوٹے قصے، اقوال، کرامات وغیرہ ان سے منسوب کر دیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کا کام قرآن و حدیث کی صورت میں لیا ہے نہ کسی صوفی یا بزرگ کی کتاب سے۔ دین کی فہم میں سند صرف قرآن و حدیث ہے؛ کیونکہ ہمیں نبی کی بات ماننی ہے نہ کہ صوفیائے کرام کی کتابوں کی۔ اور سچے صوفیائے کرام کی تعلیمات کیا تھیں اس بارے میں ہم آخر میں جائزہ لیں گے۔

قرآن و حدیث سے مزید دلائل

یہ بات کون نہیں جانتا کہ اسلام میں پانچ چھ چیزوں پر ایمان رکھنا لازم ہے۔ اللہ پر اور آخرت پر ایمان لانے کا ذکر قرآن میں ہے تو رسول اور ملائکہ پر ایمان لانے کا ذکر بھی قرآن میں ہی ہے۔ قرآن کے اصول کے مطابق اگر آپ رسالت محمدی ہی کیا، رسالت عیسوی یا کسی پر بھی ایمان نہ لائیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کی ہزاروں بار گواہی دے دیں قابل قبول نہیں ہو گی کیوں کہ اسلام کا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لایا جائے۔ ورنہ یہود بھی بے قصور ٹھہرتے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے لیکن عیسیٰ علیہ السلام پر نہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

رسول (اللہ) اس کتاب پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور مومن بھی۔ سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور

اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم اس کے پیغمبروں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور وہ (اللہ سے) عرض کرتے ہیں کہ ہم نے (تیرا حکم) سنا اور قبول کیا۔ اے پروردگار ہم تیری بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔(سورۃ البقرۃ۔ آیت 285)

اگر کوئی شخص موحد کامل ہو، اعلیٰ کردار اور اور بلند اخلاقی اقدار اور چاہے روحانیت کی کسی بھی درجے پر فائز ہو، لیکن ان بنیادی عقائد میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرتا ہو تو وہ نجات نہیں پاسکتا۔ اور رسالت کا عقیدہ تو توحید کے بعد سب سے ضروری ہے جس کے بغیر کوئی بھی عمل قبولیت کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا۔

اے ایمان والو! تم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی ہے اور اس کتاب پر جو اس نے (اس سے) پہلے اتاری تھی ایمان لاؤ، اور جو کوئی اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور آخرت کے دن کا انکار کرے تو بیشک وہ دور دراز کی گمراہی میں بھٹک گیا۔(سورۃ النساء۔ آیت136)

اللہ تعالیٰ نے یہاں بالکل وضاحت سے اعلان فرمادیا کہ جو کئی رسول، فرشتے، کتابوں اور پر ایمان نہیں لائے گا وہ گمراہ ہے۔

یہ بات ہم اوپر بھی ذکر کر آئے ہیں کہ رسالت محمدی پر ایمان اس قدر ضروری کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا صرف ہمارے لیے نہیں بلکہ تمام امت کے لیے بھی ضروری تھا۔ میثاق النبیّین کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں:

اور جب خدا نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمھیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد کرنی ہوگی اور (عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا (یعنی مجھے ضامن ٹھہرایا) انہوں نے کہا (ہاں) ہم نے اقرار کیا (خدا نے) فرمایا کہ تم (اس عہد وپیمان کے) گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔(سورۃ ال عمران۔ آیت81)

یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آخری زمانہ میں تشریف لائیں گے تو وہ بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پیروکار ہوں گے اور انہی کی شریعت کے مطابق فیصلہ کریں گے۔

وہ لوگ جو جو امّی رسول(صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کرتے ہیں جن کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔(سورۃ الاعراف۔157)

دین اکبری میثاق النبیین کی پاسداری نہ کرنے والوں کو نجات یافتہ قرار دیتا ہے جب کہ قرآن میں ہے:

بیشک جو لوگ اہل کتاب میں سے کافر ہوئے اور مشرکین سب دوزخ کی آگ میں جائیں گے، جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے، یہ لوگ بدترین خلائق ہیں۔(سورۃ البیّنہ۔ آیت 6)

اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) آئی جو اس کتاب (تورات) کی (اصلاً) تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس موجود تھی،

حالانکہ اس سے پہلے وہ خود (نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان پر اترنے والی کتاب قرآن کے وسیلے سے) کافروں پر فتح یابی (کی دعا) مانگتے تھے، سو جب ان کے پاس وہی نبی (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اوپر نازل ہونے والی کتاب قرآن کے ساتھ) تشریف لے آیا جسے وہ (پہلے ہی سے) پہچانتے تھے تو اسی کے منکر ہو گئے، پس (ایسے دانستہ) انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔(سورۃ البقرۃ۔ آیت 89)

یہاں ان لوگوں پر اللہ نے سخت لعنت فرمائی ہے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اپنی کتابوں میں پاتے ہوئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائیں، یعنی خاص کر یہود و نصاریٰ۔ اللہ کی لعنت ثابت ہونے کے بعد اب بھی کوئی راستہ ہے ان کی نجات کا؟

ایک مسلمان صرف ایک آیت کی من مانی تفسیر اور ایک نامعلوم حدیث کی بنیاد پر قرآن کی رو سے کی گئی تشریح کو ٹھکرا کر تاویل کر کے تمام مذاہب کے ماننے والوں کو نجات یافتہ قرار دے، اور یہ عقیدہ رکھے کہ کوئی بھی شخص چاہے کسی بھی مذہب سے ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہو یا نہیں، اگر اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھے تو کامیاب ہو جائے گا، کسی بھی صورت ممکن نہیں۔ کیونکہ خود قرآن نے رسولوں کا انکار کرنے والوں کے لیے دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے۔

بے شبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اس (ایمان و کفر) کے درمیان کوئی راہ نکال لیں، ایسے ہی لوگ درحقیقت کافر ہیں، اور ہم نے کافروں کے لئے رُسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (سورۃ النساء۔ آیت 150 تا153)

کتنی عجیب بات ہے کہ دین اکبری کے علم بردار انہیں کافر تو مانتے ہیں لیکن ان کے متعلق عذاب کو نہیں مانتے؟ ان کے کفر کو مانتے ہوئے بھی ان کی نجات پر مصر ہیں؟ بعض چیزوں پر ایمان لائیں اور بعض پر نہیں اور پھر بھی نجات کی امید رکھیں تو اس خوش عقیدگی پر قرآن ہی بہتر تبصرہ کرتا ہے۔

پس کیا تم کتاب کے بعض حصوں پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو؟ پس تم میں سے جو ایسا کرے اس کی جزا دنیا کی زندگی میں سخت ذلّت کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے اور قیامت کے دن وہ سخت تر عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ اور اللہ اس سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔(سورۃ البقرۃ۔ آیت 86)

اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب عالم پر ایک نگاہ ڈالیے۔ اگر آج دنیا کا کوئی ایسا یہودی، عیسائی یا صابی ہے جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو مانتا ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہوئے ان پر شریعت کی خاتمیت پر حقیقی یقین رکھتا ہو، اسلام کے بنیادی اصولوں کی پیروی کرتا ہو تو بلاشبہ اسے نجات یافتہ مان لیں۔ لیکن مجھے یقین ہے کوئی غیر مسلم ایسا نہیں مل سکتا۔ اگر مل جائے تو پھر وہ غیر مسلم ہی کہاں رہا؟

ہندو تری مورتی کو مانتے ہیں، عیسائی تثلیث کو، یہود بنی اسرائیل کی عظمت و برتری پر یقین رکھتے ہیں اور صابی ستاروں کے معبود ہونے پر۔ کیا یہ سب طریقے یکساں ہیں؟ توحید و شرک، خدا کا انکار و اقرار، رسالت پر ایمان اور اس کا انکار، یہ سب خدا نے انسان کے لیے یکساں قرار دیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر مجھے کہنے دیجیے کہ دین اکبری کے مطابق نزدیک روشنی اور اندھیرے، اندھے اور آنکھ والے، دن اور رات، عمر فاروق رضی اللہ

عنہ اور ابولہب یکساں ہیں۔ کیابت پرستی شرک نہیں؟ کیا تثلیث اور تری مورتی شرک نہیں؟ یقیناً اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک کرنا کفر ہے۔ اور اللہ فرماتے ہیں کہ شرک ناقابل معافی گناہ ہے۔

بے شک اللہ اِس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم تر (جو گناہ بھی ہو) جس کے لئے چاہتا ہے بخش دیتا ہے، اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس نے واقعۃً زبردست گناہ کا بہتان باندھا۔ (سورۃ النساء۔ آیت 48)

بیشک اللہ اس (بات) کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور جو (گناہ) اس سے نیچے ہے جس کے لئے چاہے معاف فرما دیتا ہے، اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ واقعی دور کی گمراہی میں بھٹک گیا۔ (سورۃ النساء۔ آیت 116)

اگر تم نے شرک کیا تو یقینا تمہارا عمل برباد ہو جائے گا اور تم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گے۔ (سورۃ الزمر۔ آیت 65)

بیشک جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو یقیناً اللہ نے اس پر جنت حرام فرما دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور ظالموں کے لئے کوئی بھی مددگار نہ ہوں گے۔ (سورۃ المائدہ۔ آیت 72)

اس سے اگلی آیت میں قرآن نے ان پر کفر کا حکم صادر کیا اور ان کے لیے دائمی عذاب کی وعید سنائی۔

بے شک ایسے لوگ (بھی) کافر ہو گئے ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ تین (معبودوں) میں سے تیسرا ہے، حالانکہ معبودِ یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور اگر وہ ان (بیہودہ باتوں) سے جو وہ کہہ رہے ہیں باز نہ آئے تو ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب ضرور پہنچے گا۔ (سورۃ المائدہ۔ آیت 73)

واضح ہوا کہ شرک ناقابل معافی جرم ہے اور اگر کوئی شرک کا مرتکب ہو تو اس کے تمام اعمال برباد ہو جائیں گے۔ آخر الذکر آیت ان کے بارے میں ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانتے ہیں، قرآن نے اس آیت میں ان لوگوں کو بنا کسی نرمی کے مشرک قرار دے کر ان کا ٹھکانہ جنت قرار دیا۔ لیکن پھر بھی دین اکبری ان کی ریاضت اور مراقبوں کو ان کی نجات کے لیے کارآمد قرار دیتا ہے؟ اگر قرآن مجید کی ان آیات پر غور کر لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ تمام گناہ معاف کر سکتے ہیں لیکن شرک ہرگز نہیں کریں گے۔

اس تمام بحث سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ دین اکبری یا وحدت ادیان کی گمراہی، دراصل ایک آیت سے اپنا ٹیڑھا مطلب نکالنے کے لیے دوسری آیاتِ قرآنی کو نظر انداز کرنے اور احادیث کے بغیر قرآن کو سمجھنے کی مذموم سعی کا نتیجہ ہے۔ اس لئے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ احادیثِ صحیحہ کے بغیر قرآن کو نہیں سمجھا جا سکتا، بلکہ گمراہی کا اندیشہ ہے۔

قرآن و حدیث اگرچہ اور بھی کئی دلائل دیے جا سکتے ہیں؛ لیکن ہم نے یہاں صرف واضح دلائل کو نقل کیا ہے تاکہ انہیں کوئی تعرض نہ ہو کہ ہم نے اپنی بات قرآنی آیات میں تاویلات کر کے پیش کی ہے۔

عقلی دلائل

اگر اللہ اور آخرت پر ہی ایمان ضروری ہوتا، اور نجات کے لیے کافی ہوتا تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عرب مشرکین سے کوئی اختلاف ہی نہ تھا، کیوں کہ اہل عرب مشرکین بھی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے تھے۔ وہ بھی یہودی تھے، وہ بھی عیسائی تھے، وہ بھی صابی تھے۔ مگر ان سے مطالبہ تھا کہ اللہ کے نبی اور اس کی کتاب پر ایمان لائیں۔

اگر ہم کہیں بھی کسی بھی طریقے سے یہ عقیدہ صحیح مان لیں تو پھر ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری دعوت رائیگاں مانی جائے گی جو کہ نعوذ باللہ ایسی ہر گز نہیں تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی یہود و نصاریٰ اور ہنود کے پاس قوانین موجود تھے، وہ بھی اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے تھے لیکن ان کا یہ ایمان قابل قبول نہیں تھا، کیونکہ نجات صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر ماننے میں ہے۔ حتیٰ کہ احادیث میں جہاں عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کا ذکر ہے وہاں بھی یہی ہے کہ وہ دین اسلام کی موجودہ شریعت کی ہی پیروی کریں گے۔ تو پھر کسی بھی مذہب میں نجات کا کیسے؟ قرآن جہاں اسلام کی تائید اور بت پرستی کی مخالفت کرتا ہے تو کیا وہ غیر ضروری ہے، جبکہ کامیابی تو کسی بھی مذہب سے ممکن ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کوئی معمولی بات نہیں بلکہ یہ تاریخ انسانیت کے سب سے سچے اور ایماندار انسان کی اس دعوت کا انکار ہے جس کے لیے ان کی تریسٹھ سالہ پاک زندگی گزر گئی۔ یہ عقیدہ کائنات کے اس سب سے بڑے مشن کا انکار ہے جس کی تکمیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔

کوئی شخص ہندو ہو، یہودی ہو، عیسائی ہو یا صابی، اور وہ روحانیت کے کسی بھی درجے پر فائز ہو، نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کے بغیر کامیابی کی کوئی امید نہیں۔ جو لوگ روحانیت کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں انہیں یہ بات سمجھنی چاہیے کہ اس کتابچے میں جو احادیث نقل کی گئی ہیں وہ بھی ہمارے اسی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہے ں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے برھ کر کون ہو گا جو روحانیت کے درجے پر فائز ہو، جب انہوں نے ان کی نجات کی نفی کر دی تو پھر ہماری کیا حیثیت کے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کی مخالفت کریں؟ ایسی روحانیت در حقیقت اسلام کے لبادے میں گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔ اور اسے کوئی مسلمان تسلیم نہیں کر سکتا، البتہ اکبر کے دور کے دین الٰہی ماننے والے اور موجودہ دور کے یہود نواز سکالرز اس کی تصدیق ضرور کر دیں گے۔

مسلم گروہوں کا تقابلی مطالعہ

اس پروگرام کا مقصد یہ ہے کہ امت مسلمہ کے مختلف گروہوں اور مکاتب فکر کے مابین جو اختلافات پائے جاتے ہیں، ان کا ایک غیر جانبدارانہ (Impartial) مطالعہ کیا جائے اور ان کے نقطہ نظر کے ساتھ ساتھ ان کے استدلال کا جائزہ بھی لیا جائے۔

لنک: http://www.mubashirnazir.org/Courses/Comparative/CS001-00-Compurdu.htm

استثنائے شریعت

بعض گمراہ صوفیاء کا عقیدہ ہے کہ مومن کے لیے ولایت میں ایسا مقام بھی آتا ہے جہاں سے اس پر شریعت کی تمام حدود قیود ختم ہو جاتی ہیں؛ دوسری طرف "دین اکبری" والوں کا عقیدہ ہم بیان کر چکے ہیں، اگر بنیادی نقطۂ نظر کے اعتبار سے دیکھا جائے تو دونوں عقیدے ہی یکساں طور پر باطل نظر آتے ہیں کہ "شریعت کی پابندی لازمی نہیں" چنانچہ ہم یہاں ان گمراہ صوفیاء کے اس عقیدے کا بھی رد کریں گے۔

دلیل نمبر 1

بعض حضرات کے مستثنیٰ ہونے کے جواز میں طور دلیل بخاری شریف کتاب العلم کی یہ طویل حدیث پیش کی جاتی ہے، اس حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ طویل ہونے کے باوجود ہم اسے یہاں مکمل نقل کر رہے تاکہ کوئی اعتراض وارد نہ ہو۔

(حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) دیکھا کہ ایک شخص کپڑا اوڑھے ہوئے (موجود ہے) موسیٰ علیہ السلام نے انھیں سلام کیا، خضر علیہ السلام نے کہا کہ تمہاری سرزمین میں سلام کہاں؟ پھر موسی علیہ السلام نے کہا کہ میں موسیٰ (علیہ السلام) ہوں، خضر بولے کہ بنی اسرائیل کے موسی؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہاں! پھر کہا کیا میں آپ کے ساتھ چل سکتا ہوں، تاکہ آپ مجھے ہدایت کی وہ باتیں بتلائیں جو اللہ نے خاص آپ ہی کو سکھلائی ہیں۔ خضر علیہ السلام بولے کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ اسے موسیٰ! مجھے اللہ نے ایسا علم دیا ہے جسے تم نہیں جانتے اور تم کو جو علم دیا ہے اسے میں نہیں جانتا۔ (اس پر) موسیٰ نے کہا کہ خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابر پاؤ گے اور میں کسی بات میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ پھر دونوں دریا کے کنارے کنارے پیدل چلے، ان کے پاس کوئی کشتی نہ تھی کہ ایک کشتی ان کے سامنے سے گزری، تو کشتی والوں سے انھوں نے کہا کہ ہمیں بٹھالو۔ خضر علیہ السلام کو انھوں نے پہچان لیا اور بغیر کرایہ کے سوار کر لیا، اتنے میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی، پھر سمندر میں اس نے ایک یا دو چونچیں ماریں (اسے دیکھ کر) خضر علیہ السلام بولے کہ اے موسی! میرے اور تمہارے علم نے اللہ کے علم میں سے اتنا ہی کم کیا ہوگا جتنا اس چڑیا نے سمندر (کے پانی) سے پھر خضر علیہ السلام نے کشتی کے تختوں میں سے ایک تختہ نکال ڈالا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ان لوگوں نے تو ہمیں کرایہ لیے بغیر (مفت میں) سوار کیا اور آپ نے ان کی کشتی (کی لکڑی) اکھاڑ ڈالی تاکہ یہ ڈوب جائیں، خضر علیہ السلام بولے کہ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے؟ (اس پر) موسی علیہ السلام نے جواب دیا کہ بھول پر میری گرفت نہ کرو۔ موسی علیہ السلام نے بھول کر یہ پہلا اعتراض کیا تھا۔ پھر دونوں چلے (کشتی سے اتر کر) ایک لڑکا بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، خضر علیہ السلام نے اوپر سے اس کا سر پکڑ کر ہاتھ سے اسے الگ کر دیا۔ موسی علیہ السلام بول پڑے کہ آپ نے ایک بے گناہ بچے کو بغیر کسی جانی حق کے مار ڈالا (غضب ہو گیا) خضر علیہ السلام بولے کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ ابن عیینہ کہتے ہیں کہ اس کلام میں پہلے سے زیادہ تاکید ہے (کیونکہ پہلے کلام میں

لفظ لک نہیں کہا تھا، اس میں لک زائد کیا، جس سے تاکید ظاہر ہے) پھر دونوں چلتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک گاؤں والوں کے پاس آئے، ان سے کھانا لینا چاہا۔ انھوں نے کھانا کھلانے سے انکار کر دیا۔ انھوں نے وہیں دیکھا کہ ایک دیوار اسی گاؤں میں گرنے کے قریب تھی۔ خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اسے سیدھا کر دیا۔ موسیٰ بول اٹھے کہ اگر آپ چاہتے تو (گاؤں والوں سے) اس کام کی مزدوری لے سکتے تھے۔ خضر نے کہا کہ (بس اب) ہم اور تم میں جدائی کا وقت آ گیا ہے۔ (بخاری۔ کتاب العلم)

چنانچہ اس حدیث کے مطابق کچھ خواص جو ولایت اور روحانیت کے اونچے مقام پر پہنچ جاتے ہیں ان کے لیے شریعت کی پابندی سے لازم قرار نہیں پاتی۔ ایسے لوگ ظاہری طور پر غلط روش پر نظر آتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق سمجھا، لیکن حقیقت میں وہ ولایت کے اس مقام پر ہوتے ہیں جہاں یہ چیزیں انتہائی معمولی ہوتی ہیں۔ اگر کسی روحانی مقصد کے تحت کوئی کام جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے کیا، کیا جائے تو وہ جائز ہی ہو گا۔ اگر ناجائز ہے تو پھر حضرت خضر علیہ السلام نے کیوں خلاف شریعت کیا؟

جوابِ دلیل

حضرت خضر علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ ہم نے گذشتہ صفحات میں پڑھا۔ اس واقعے سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ ولایت کے ایک خاص مقام پر شریعت انتہائی معمولی ہوتی ہے سراسر باطل ہے۔ اس ضمن میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے خلاف شریعت کام نہ کیا، بلکہ وہ بظاہر خلاف فطرت تھے جس کی وضاحت خود خضر علیہ السلام نے کی اور اپنے افعال کی وجوہات بتائیں۔

اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک شخص کسی کے مہمان آیا، دو چار روز رہا دیکھا کہ اس کی بیوی نماز نہیں پڑھتی۔ شوہر بھی کچھ نہیں کہتا، چنانچہ یہ صورتحال دکھ کر وہ مہمان شوہر پر اعتراض کرتا ہے کہ تم ٹھیک نہیں کر رہے۔ تمہاری بیوی نماز نہیں پڑھتی، تم اس کو کچھ نہیں کہتے۔ شوہر جواب دیتا ہے کہ وہ ایام حیض میں ہے اس لئے نماز نہیں پڑھتی۔ لہٰذا بات واضح ہو جاتی ہے کہ شوہر کا سکوت کرنا اور اپنی بیوی کو کچھ نہ کہنا شرع کے خلاف نہیں تھا، بلکہ عین شرع کے مطابق ہے۔ اور اعتراض کرنے والے کا اعتراض بھی بظاہر ٹھیک ہے جس کی وجہ سبب کی ناواقفی تھی۔

اسی طرح ایک شخص نے ایک شخص کو مار ڈالا، دیکھنے والوں نے اعتراض کیا کہ تونے بڑا ظلم کیا۔ اس نے کہا کہ یہ فلاں ڈاکو ہے۔ اس پر سب خوش ہو گئے بلکہ اس کو انعام کا مستحق سمجھا۔ ٹھیک اسی طرح خضر علیہ السلام نے جو کچھ کیا وہ عین شرع کے مطابق تھا۔ کیونکہ کشتی کا تختہ اس لئے نکالا کہ آگے ایک ظالم بادشاہ تھا وہ ہر صحیح سالم کشتی کو بیکار میں پکڑ لیتا اور لڑکے کو اس لئے قتل کیا کہ اس نے بڑا ہو کر ماں باپ کو سرکش اور کافر بنانا تھا اور دیوار کو مفت اس لئے درست کیا کہ اس کے نیچے دو یتیم بچوں کا خزانہ تھا اگر درست نہ کی جاتی تو گر جاتی اور لوگ خزانہ نکال کر لے جاتے۔ خضر علیہ السلام کو خدا کی طرف سے اس قسم کی باتوں کا علم ہو چکا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کو نہیں ہوا اس لئے موسیٰ علیہ السلام کا اعتراض بھی ظاہر کے لحاظ سے ٹھیک ہے۔ اگر آپ قرآن میں اس واقعے کو دیکھیں تو صاف معلوم ہو گا کہ خضر علیہ السلام نے جو کیا وہ ان کی اپنی جانب

سے نہ تھا (بلکہ یہ خدا کی جانب سے تھا)، اسی لیے انہوں نے فرمایا:

میں نے کچھ اپنے اختیار سے نہیں کیا ہے۔ (سورۃ الکہف۔ آیت 82)

کیا شریعت سے استثناء حاصل کرنے والوں کو بھی خدا کی طرف سے کوئی وحی اترتی ہے جس کی بناء پر وہ ایسا کرتے ہیں؟

اگر پھر بھی آپ کو وہ خلاف شریعت ہی معلوم ہوتا ہے تو مان لیجیے کہ وہ خلاف شریعت ہی تھا مگر محمدی شریعت اور شریعت موسوی کے خلاف۔ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے جو کہ سب کے لئے نہیں بلکہ خاص بنی اسرائیل کے لئے آئی تھی، خضر علیہ السلام بنی اسرائیل سے نہ تھے۔ لہٰذا ان کے لیے جائز تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی بجائے خدا کی اتاری ہوئی کسی اور شریعت کی پابندی کریں۔ ہر رسول کی اپنی شریعت ہوتی ہے، حضرت خضر علیہ السلام خود رسول تھے جنہیں وحی نازل ہوتی تھی۔

خضر علیہ السلام کے موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے خروج کر لینے کو "پہنچے ہوؤں" کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے خروج کر لینے کے جواز کے طور پر پیش کرنے سے پہلے یہ سوچنا چاہیے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت تمام کے تمام جن وانس اور عرب و عجم کیلئے آئی ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم المرسلین ہیں تو آپ کی شریعت خاتم الشرائع ہے۔ اس شریعت نے آکر سب کی سب شریعتیں منسوخ کر دی ہیں۔ اب یہ دلیل جو کہ منسوخ شریعت پر مبنی ہے ہمارے لیے خروج شریعت کا جواز کیسے بن سکتی ہے جب کہ ہم اس بات پر مکلف ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو مانیں۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت رائج نہیں تھی۔ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کرنا ہے نہ کہ خضر علیہ السلام کی۔ اب بعض لوگ جو لوگوں پر محض اپنی "ولایت" کا رعب ڈالنے کے لئے نماز روزہ وغیرہ ایسی عبادات سے خود کو مستثنیٰ سمجھتے ہیں۔ مساجد میں جا کر ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کھڑے ہو کر نماز پڑھنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پاک و مقدس شریعت ہمیں دی ہے اسے "روحانیت" کے نام پر اپنے لیے خلاف شان سمجھتے ہیں، اپنے یا کسی بھی بزرگ کے رتبۂ ولایت کے منافی اور اس سے فروتر سمجھتے ہیں، ایسے لوگ ولی تو کیا مسلمان بھی نہیں ہیں اور ازروئے قرآن فاسق ہیں۔ اور اس کفر کے مرتکب صرف یہی نام نہاد ولی نہیں بلکہ ان کے وہ عقیدت مند بھی ہوں گے جو بھلے خود شریعت کے پابند ہوں؛ لیکن کسی فقیر یا ولی یا کسی عارف کو اس مرتبہ پر سمجھیں اور اس کے لیے اس بات کی گنجائش پائیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی اطاعت کا پابند نہیں رہا، کفر کا ارتکاب کرتے ہیں۔ خدا کی شریعت جو کہ اس نے اپنے رسول پر اتاری، اس کی پیروی کرنے سے کوئی شخص مستثنیٰ نہیں۔

اقوال صوفیاء

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ جن سے آج سلسلۂ قادریہ منسوب ہے، فرماتے ہیں:

- شریعت پر عمل کرنے سے ہی روحانی ترقی حاصل ہوتی ہے۔
- شریعت کی حدود کی حفاظت کر۔
- شریعت پر عمل کرنے سے ہی حقیقی تصوف حاصل ہوتا ہے۔

(غنیۃ الطالبین: دارالاشاعت۔ صفحہ 17)

- جس حقیقت کے لئے شریعت سے گواہی نہ ہو وہ کفر اور الحاد ہے۔(فتوح الغیب)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

دین ایک ہے اور شریعت، طریقت، حقیقت اس کے مراتب اور درجات ہیں۔(البلاغ المبین صفحہ 45)

معروف صوفی شاعر شیخ سعدی نے اپنی کتاب گلستان سعدی اور بوستان سعدی میں کئی اشعار رسالت کے حوالے سے کہے ہیں۔ مثلاً

پندار سعدی کہ راہ صفا

تواں رفت جز بر پئے مصطفی

ترجمہ: سعدی کی نصیحت ہے کہ یہ خیال نہ کرو کہ نجات و بھلائی کا راستہ رسول کے مخالف ہو کر چلنے میں ہے۔

خلاف پیغمبر کسے رہ گزید

کہ ہر گز بمنزل نخواہد رسید

ترجمہ: جس نے بھی سچے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ سے ہٹ کر دوسری راہ اختیار کی، وہ ہر گز ہر گز منزل و مقام تک نہیں پہنچے گا۔

حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس لیے فقیر کی ابتدا شریعت ہے اور انتہاء بھی شریعت۔ وہی فقیر کامل اور مکمل ہے۔ رازوں کا راز، حالوں کا حال، سکر و مستی، فیض و بسط، عشق و محبت، کسی وقت بھی وہ شریعت سے باہر قدم نہی رکھتا۔ اگر کسی وقت وہ شریعت سے باہر ہو جائے تو اس کے مراتب خاص اس سے چھین لئے جاتے ہیں۔ فقیر کیلئے ضروری ہے ہر مقام پر خیال رکھے کہیں بھٹک نہ جائے۔(عین الفقر)

ایسے اقوال اور بھی بے شمار دیے جاسکتے ہیں؛ اگر سبھی کو یہاں نقل کیا جائے تو سو صفحات کو اضافہ ہو جائے گا؛ لیکن ان سب اقوال کا مقصد یہی ہے کہ اتباع شریعت ہر ایک پر لازم ہے۔ اگر شریعت محمدی میں یہ جائز ہے تو پھر آپ مجھے صحابہ کرام، اہل بیت رضوان اللہ اجمعین اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے ایسا صحیح واقعہ بتادیں کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو شریعت سے آزاد قرار دیا ہو۔ اکثر کسی نہ کسی بزرگ کے عمل کا حوالہ دیتے ہیں کہ فلاں بزرگ نے ایسا کیا، فلاں نے ویسا کیا وغیرہ، اس بارے میں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ ان

کتابوں کی استنادی حیثیت کیا ہے؟اور یہ حیثیت جو بھی ہو کیا دین کسی بزرگ کی پیروی کا نام ہے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا؟ آپ کیوں کسی صوفی کا سہارا لیتے ہیں کہ جب کہ دین الہی کا باطل تصور وہی ہے جس کی مخالفت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ جیسے طریقت اور شریعت کے پابند بزرگ نے کی۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ علیہ کے مقام ولایت سے کون ناواقف ہو گا، ان کی پوری کتاب "غنیۃ الطالبین" احکام شریعت کی پیروی کرنے کے متعلق موجود ہے۔ کشف المحجوب کے کئی مضامین اصول شریعت پر مبنی ہیں، امام غزالی رحمہ اللہ علیہ کی کتاب شریعت پر موجود ہے۔ لیکن داد ہے ہماری جرات کو کہ ہم اپنا مطلب نکالنے کے لیے انہی کا حوالہ دیتے ہیں۔ یاد رکھیں! طریقت کا کوئی بھی مقام ہو انسان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے آزاد نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ ہر گز نہیں ہر گز نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب ہو دین اسلام کی پیروی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباعِ حقیقی کی توفیق عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

26 ستمبر 2011ء / پیر 27 شوال المکرم۔1432ھ

بوقت: دو بج کر پانچ منٹ شب

حافظ محمد شارقؔ
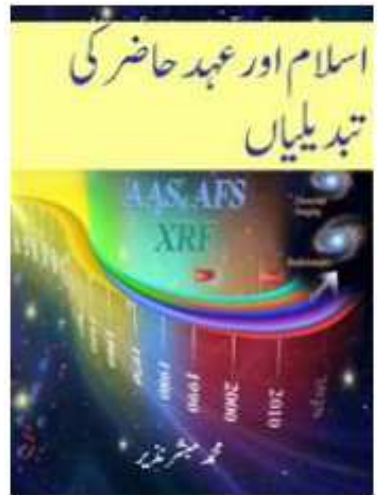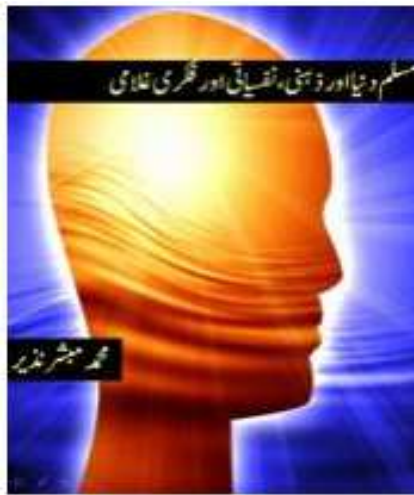
www.islamic-studies.info

http://www.mubashirnazir.org/